

بسم اللہ الرحمن الرحیم

1- قرآن کریم (Basic Themes of Qur'an)

قرآن مجید کا لفظی معنی پڑھنا / تلاوت کرنا یا سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب کے ہیں۔

اصطلاحی معنی: وہ کتاب جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت جبریل امینؑ کے ذریعے حضرت محمد ﷺ پر 23 سال کے عرصہ میں وحی کے ذریعے عربی زبان میں نازل ہوئی۔

نبی کریم ﷺ چالیس سال کی عمر میں، جبل نور میں واقع غار حرا (سوچ بچار کا غار) میں عبادت، غور و فکر کرنے میں مشغول تھے کہ رمضان کی طاق رات "لیلۃ القدر" میں حضرت جبریلؑ "سورہ طلق" کی پہلی پانچ آیات پر مشتمل پہلی وحی لے کر نازل ہوئے۔ آپ ﷺ نے حضرت خدیجہ کو واقعہ کی تفصیل بتائی، جس پر آپ کی بیوی نے آپ کو تسلی دی کہ آپ غریبوں، یتیموں کی مدد، محتاجوں کی دستگیری، صلہ رحمی اور مہمان نوازی کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کی مدد فرمائے گا۔

قرآن مجید ایک دفعہ نازل نہیں ہوا بلکہ مختلف اوقات میں تھوڑا تھوڑا کر کے تقریباً تیس (23) سالوں میں (کہ میں 13 سال، مدینہ میں 10 سال) اترتا رہا ہے اور قرآن حکیم کی موجودہ ترتیب "ترتیب توقیفی" ہے۔ قرآن کی آخری آیت (وحی) حجۃ الوداع کے موقع پر 9 ذوالحجہ، 10 ہجری کو میدان عرفات میں نازل ہوئی۔

قرآن کریم کی سورتوں کی تعداد 114 ہے (جن میں 28 کی 28 اور 86 مدنی سورتیں ہیں۔ سورہ بقرہ سب سے لمبی سورت اور سورہ کوثر سب سے چھوٹی سورت۔ سورہ توبہ (براءت) کے علاوہ ہر سورت کے ساتھ بسم اللہ ہے اور سورہ نمل میں دو بار (ایک بار سورت کے اندر متن میں) بسم اللہ ہے۔ قرآن کی سب سے بڑی آیت: آیتہ ذین / مداینہ (بقرہ: 282) اور چھوٹی آیت: حم۔ رکوع کی تعداد: 540 سجدہ تلاوت کی تعداد: 14 اور منزلوں کی تعداد: 7 ہے۔

- نعوذ سے مراد "اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم" ہے، جس کا معنی ہے "میں اللہ سے پناہ مانگتا ہوں شیطان مردود کی"۔
- تسمیہ سے مراد "بسم اللہ الرحمن الرحیم" ہے، جس کا معنی ہے "شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو رحمن اور رحیم ہے"۔
- "لا یمسہ الا المطہرون" سے مراد ہے کہ اس قرآن کو صرف پاکیزہ ہی ہاتھ لگاتے ہیں۔
- سورۃ الفاتحہ سے قرآن کی ابتدا ہو رہی ہے، اس لیے اس کا نام "فاتحہ" ہے، یعنی شروع کرنے والی سورت۔
- سورۃ الفیل میں ابرہہ کے لشکر کا تذکرہ ہوا ہے جو ہاتھیوں کا لشکر لے کر خانہ کعبہ پر حملہ کرنے آیا، اسی لشکر کو "اصحاب الفیل" کہا گیا ہے۔
- اخلاص کا معنی ہے کہ اپنے دین کو ایک اللہ کے لیے خالص کرنا۔ سورۃ الاخلاص میں توحید یعنی اللہ کی وحدانیت بیان ہوئی ہے، اس سورے کا ایک نام سورۃ توحید بھی ہے۔

- "معوذتین" سے مراد قرآن کی آخری دو سورتیں ہیں، یعنی قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس۔
- "لیلۃ القدر" سے مراد رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں سے ایک باہرکت رات ہے، جس کی عبادت ہزار سال کی عبادت سے افضل قرار دی گئی ہے۔

فترۃ الوحی: پہلی وحی کے بعد وحی آنا رک گئی جسے "فترۃ الوحی" کہا جاتا ہے، وحی رک جانے کا عرصہ کم و بیش تین سال پر محیط تھا^۱۔ پھر وحی کا سلسلہ چل پڑا۔

وحی: وحی کا لغوی معنی ہے اشارہ کرنا، چپکے سے کوئی بات دل میں ڈال دینا اور اصطلاحی طور پر اس سے مراد اللہ کا پیغام جو رسولوں کی طرف ہوتا ہے۔

وحی کی دو قسمیں ہیں: وحی متلو یا جلی (قرآن)، وحی غیر متلو یا خفی (حدیث)

قرآن کی وحی نازل ہونے (اترنے) کے مختلف طریقے:

۱۔ چہاڑ کے عرصہ کی روایات بھی موجود ہیں۔

۱۔ حضرت جبریل امینؑ کا اپنی اصل حالت میں آنا ۲۔ حضرت جبریل امینؑ کا انسانی شکل میں آنا (جیسا کہ حدیث جبریل میں تفصیل آتی ہے)

۳۔ صلۃ الجرس یعنی گھنٹی بجنے کی آوازوں کا آنا (بعض دفعہ شہد کی مکھوں کی بھنسنٹ جیسی آواز سنائی دیتی)

۴۔ سچے خوابوں کا آنا (روائے صادقہ یا صالحہ) ۵۔ پردے کے پیچھے سے آواز کا آنا

حفاظت قرآن: کلام اللہ کی حفاظت کا ذمہ اللہ نے خود لیا ہے: (إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ^۱)

تدوین قرآن (قرآن کو کتابی شکل دینا): قرآن کو ایک جگہ جمع کر کے کتابی شکل دینا تدوین قرآن کہلاتا ہے۔

تمام کے تمام مذاہب کی بنیاد مقدس کتابیں ہوتی ہیں۔ مذہب کی صداقت کو دیکھنے کے لیے مسودوں کی نقول، ان کی تحریر میں فرق، تضادات، ان کے تراجم اور حفاظت کو دیکھا جاتا ہے۔ قرآن کریم کو محفوظ بنانے کے دو ذرائع معلوم ہوتے ہیں: حفظ تحریر

نبی کریم ﷺ کے دور میں قرآن کریم کے حفاظ کی بڑی تعداد موجود تھی اور تحریری شکل میں بھی قرآن کریم پتھر کی سلوں، اونٹ کے شانے کی ہڈی، چمڑے اور کھجور کے تنوں پر لکھا ہوا موجود تھا، مگر ایک جگہ جمع نہیں تھا۔ قرآن کو ایک جگہ کتابی شکل میں سب سے پہلے حضرت ابو بکر صدیقؓ نے جمع کرایا۔

۱۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے دور میں مسلمہ کذاب (جس نے نبوت کا دعویٰ کیا) کے خلاف "جنگ یمامہ" میں حافظ قرآن صحابہ کی بڑی تعداد شہید ہو گئی، جس وجہ سے قرآن کو ایک جگہ اکٹھا کر دینا ضروری سمجھا گیا۔ کاتبین وحی میں سے حضرت زید بن ثابتؓ، جو خود بھی حافظ تھے، کی سربراہی میں کاتبین وحی پر مشتمل ایک کمیٹی بنائی گئی۔ اس طرح جو مصدقہ نقل تیار ہوئی اسے "مصحف صدیقی" کا نام دیا گیا۔

۲۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور میں آرمینیا (آذربائیجان) میں مسلمانوں کے درمیان لب ولہجہ اور رسم الخط کے اختلاف کی وجہ سے قرآن پڑھنے پر جھگڑا ہوا، حذیفہ بن یمانؓ نے عثمانؓ کو اس معاملہ سے آگاہ کیا۔ حضرت زید بن ثابتؓ کی سربراہی میں دوبارہ کاتبین وحی کی کمیٹی بنا کر یہ ذمہ داری دی گئی کہ مصحف صدیقی کے مطابق قرآن کے سات نسخے تیار کیے جائیں، جہاں ضروری سمجھیں پرانے رسم الخط کو تبدیل کر دیں۔ یہ نسخے صوبائی صدر مقامات کی طرف بھیجے گئے اور یہ ہدایت کی گئی کہ آئندہ تمام نقول ان سے کرائی جائیں اور پہلے سے موجود تمام نسخے تلف کر دیے جائیں^۲۔ دور دراز رہنے والے یا فوت ہو جانے والے صحابہ نے بعض آیات حفظ کر رکھی تھیں، جو بعد میں "منسوخ" ہو گئیں۔ بعض صحابہ نے قرآن کے اندر تشریح اور حاشیہ لکھا ہوا تھا، جس کا قرآن سے تعلق نہیں تھا۔ اسی بنیاد پر حضرت عثمان غنیؓ نے قرآن کے ایسے نسخوں کے تلف کرنے کا حکم دیا۔

اعجاز قرآن: قرآن مجید کا بے مثل ہونا، اسلامی اصطلاح میں اعجاز القرآن (یعنی معجزہ) کہلاتا ہے۔ قرآن کئی اعتبارات سے معجزہ ہے:

قرآن خود اپنے آپ سے متعلق کہتا ہے کہ وہ ہر لحاظ سے بے مثل ہے۔ قرآن میں ہے "کہہ دو کہ اگر انس و جن جمع ہو جائیں اور کوشش کریں کہ اس قرآن کی مثل بنالائیں تو وہ ہرگز اس کی مثل نہ بنا سکیں گے خواہ ایک دوسرے کے مددگار بن جائیں"۔ سورہ بقرہ میں ہے "اگر تمہیں اس بات میں شک ہو کہ جو ہم نے

^۲۔ حضرت وحید کہیں کی شکل میں بھی بعض اوقات آتے تھے۔

^۳۔ بے شک ہم نے اس قرآن کو اتارا اور ہم ہی اس کی حفاظت بھی کریں گے۔

^۴۔ نبی ﷺ نے امت پر رحمت کرتے ہوئے اپنے اپنے لب ولہجہ میں قرآن پڑھنے کی اجازت دی تھی، مزید یہ کہ قرآن پر نطق اور اعراب نہ ہونے کی وجہ سے اختلاف کا امکان رہتا تھا۔

^۵۔ قریش کے لب ولہجہ کے مطابق۔

^۶۔ ان میں سے ایک نسخہ استنبول (ترکی) کے توپ کا بیوزیم میں جبکہ ایک نسخہ مکمل حالت میں تافقہ (ازبکستان) میں آج بھی محفوظ ہے۔ روسی حکومت نے جب اپنے پاس نسخہ نقل شائع کرائی تو روسی اور ترکی مصنف میں مکمل یکسانیت پائی گئی۔

^۷۔ اس کا رتا ہے حضرت عثمانؓ کو "ہاشم قرآن" کا لقب دیا جاتا ہے۔

اپنے بندے پر نازل کیا ہے تو اس کی مانند کوئی سورۃ بنالاء اور اپنے گواہوں کو بلاؤ اگر تم سچے ہو۔ پس اگر تم نے اس کی مثل پیش نہ کی اور یاد رکھو کبھی ناکر سکو گے۔"

قرآن کے معجزہ ہونے کے مختلف پہلو / قرآن کی خصوصیات (اوصاف یا امتیازات):

- 1۔ محفوظ کتاب 2۔ جامع کتاب 3۔ عالمگیر کتاب (تمام جہانوں کے لیے) 4۔ مکمل کتاب 5۔ ابدی کتاب (ہمیشہ رہنے والی) 6۔ قیامت کے روز سفارش 7۔ باعث برکت 8۔ تلاوت پر اجر 9۔ سابقہ کتابوں کی تصدیق کرنے والی 10۔ حفظ کرنے میں آسانی

انسان / اہل ایمان کی انفرادی اور اجتماعی ذمہ داریوں کا تعین، عبادات، اخلاقیات، معاملات، معاشیات

اور معاشرتی اصول اور رہنمائی نیز اللہ پر ایمان، انبیاء پر ایمان، فرشتوں پر ایمان، آسمانی کتابوں پر ایمان، آخرت پر ایمان، نیکی اور بدی کا تصور (تصور خیر و شر)، یہ تمام باتیں قرآن کریم کے Basic Themes ہیں۔

2۔ تعارف حدیث نبوی ﷺ (Introduction to Sciences of Hadith)

حدیث کا لغوی معنی ہے بات چیت، گفتگو اور نئی بات۔ اصطلاحی مفہوم ہے نبی ﷺ کی بات (قول) یا آپ ﷺ کا عمل (فعل) ⁸ یا آپ ﷺ کا کسی کام کو دیکھ کر خاموش رہنا (تقریر)۔

حدیث قدسی: ایسی حدیث جس میں مفہوم اللہ تعالیٰ کا ہو اور الفاظ نبی اکرم ﷺ کے ہوں۔

سنت: رسول اللہ ﷺ کے افعال اور اعمال کو سنت کہتے ہیں۔

حدیث کی ضرورت اور اہمیت:

حدیث مبارکہ بھی وحی کی ایک قسم ہے۔ درج ذیل قرآن مجید کی آیات اور احادیث مبارکہ میں متعدد مقامات پر حدیث کی ضرورت و اہمیت اور حجیت ہونے پر دلائل موجود ہیں۔

۱۔ فَلَنْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي (اے نبی ﷺ کہہ دیجیے! اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو)

۲۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ (اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو)

۳۔ مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ (جس نے رسول کی اطاعت کی یقیناً اس نے اللہ کی اطاعت کی)

۴۔ وَمَا يَنْطَلِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ (اور وہ (نبی) اپنی خواہش سے کچھ نہیں بولتے، وہ تو صرف وحی ہے جو اتاری جاتی ہے)

۵۔ وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا (اور جو رسول تمہیں دے دیں وہ لے لو اور جس سے روک دیں اُس سے رک جاؤ)

۶۔ خطبہ حجۃ الوداع میں فرمایا: تَرَكْتُ فِينَكُمْ أَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوا مَا لَمَسَكُمْ مِنْهُمَا... كِتَابُ اللَّهِ وَسُنَّتِي

(تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں جب تک ان کو مضبوطی سے تھامے رکھو گے کبھی گمراہ نہیں ہو گے، اللہ کی کتاب یعنی قرآن اور میری سنت یعنی حدیث) درج بالا پانچ قرآنی آیات اور احادیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان کو زندگی گزارنے، عبادات اور معاملات میں حدیث مبارکہ سے رہنمائی لینا اور پھر اس پر عمل کرنا اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ قرآن مجید قرآن کا انداز مختصر مگر جامع ہے، اس میں اجمالاً بیان ہوا ہے نہ کہ تفصیلاً، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کی تفصیل قرآن میں موجود نہیں ہے۔ اللہ نے نبی ﷺ کی حیات طیبہ کو مسلمانوں کے لیے بہترین (اسوہ) نمونہ قرار دیا ہے اور حدیث مبارکہ سے اس کی وضاحت ہوتی ہے۔ اگر حدیث مبارکہ سے رہنمائی نہ لیں تو قرآن پر عمل کرنا ممکن نہیں ہے۔

⁸۔ آپ ﷺ کے عمل کو سنت بھی کہا جاتا ہے۔

کامی اکرم ﷺ کے دور میں حدیث لکھی جاتی تھی؟

حدیث پر اعتراضات کرنے والے ایک اعتراض یہ کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے دور میں حدیث لکھی نہیں جاتی تھی کیونکہ لکھنے پڑھنے والے لوگ بہت کم تھے۔ حالانکہ رسول اکرم ﷺ نے لکھنے پڑھنے اور تعلیم کی اہمیت پر بہت زیادہ توجہ دی، درج ذیل نکات سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے:

- 1۔ مکہ میں دارالقرآن میں تعلیم۔
- 2۔ ہجرت حبشہ کرنے والوں کے ہاتھ نجاشی کے نام سفارشی خط بھیجا۔
- 3۔ مسجد نبوی میں تعلیم کے لیے "الصف" درسگاہ قائم کی۔
- 4۔ مدینہ میں تحریری آئین (یثاق مدینہ) جو آج بھی تاریخ کے اوراق میں موجود ہے۔
- 5۔ مدینہ میں مردم شماری کرائی، جس میں مسلمانوں کی تعداد 1500 معلوم ہوئی۔
- 6۔ غزوہ بدر: پڑھا لکھا قیدی 10 ان پڑھ مسلمانوں کو لکھنا پڑھنا سکھادے تو رہا کر دیا جائے گا۔
- 7۔ سلمان فارسی نے نبی ﷺ کی ہدایت پر اپنے ہم وطن ایرانی نو مسلموں کے لیے سورہ فاتحہ کا فارسی میں ترجمہ لکھ کر دیا۔
- 8۔ بادشاہوں اور امراء کے نام خطوط لکھے۔ 9۔ فتح مکہ کے موقع پر نبی ﷺ کے فرامین ابو شاہ یحییٰ کی استدعا پر تحریری شکل میں ان کو لکھ کر دیے گئے۔

مہد نبوی ﷺ میں حدیث کی تحریر اور لکھے جانے کا ثبوت:

- 1۔ رسول اکرم ﷺ کے دور میں متعدد صحابہ کو لکھ کر علم حاصل کرنے کا حکم دیا۔ 2۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رسول اکرم ﷺ سے جو سنتے اُسے تحریر کر لیا کرتے تھے، جو "صحیفہ صادقہ" کے نام سے مشہور ہے۔ 3۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ (خادم رسول) نے نبی کریم ﷺ کے پاس دس سال خدمت کرتے رہے اور 10 سال کی کم سن عمر میں ہی لکھنا پڑھنا جانتے تھے، وہ بیان کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: علم کو لکھ کر حاصل کرو۔ 4۔ ایک صحابی نے آپ ﷺ سے کمزور حافظہ کی شکایت کی، تو آپ ﷺ نے اُن سے فرمایا: اپنے دائیں ہاتھ سے مدد لیا کرو (لکھ لیا کرو)۔

صحابہ کرام کے دور میں جمع کی گئی احادیث:

- 1۔ عمر بن حزم نے نبی ﷺ کی طرف سے قبائل کو بھیجی گئی 21 دستاویزات کی نقول حاصل کیں اور انہیں ایک جگہ جمع کر لیا۔ 2۔ حج الوداع کے خطبہ کے بارے حضرت جُبیر بن عبد اللہ نے ایک کتابچہ تیار کیا، انہی سے منسوب "صحیفہ جبیر" کا تذکرہ بھی ملتا ہے۔ 3۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے بہت سارے رجسٹر تیار کیے تھے۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے اپنے شاگرد ہام بن منبہ کو 138 احادیث کا ایک مجموعہ لکھوایا۔ 4۔ عبداللہ بن ابی، ابو بکرہ اور المغیرہ بن شعبہؓ خط و کتابت کے ذریعے حدیث پڑھایا کرتے تھے۔ 5۔ تازہ ترین تحقیق کے مطابق تقریباً 50 ایسے صحابہ کی تصدیق ملتی ہے جنہوں نے احادیث مبارکہ تحریر کر کے جمع کی تھیں۔

بعد کی صدیوں میں تدوین حدیث:

- 1۔ درج بالا احادیث کے تحریر کردہ مجموعوں سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ ابتداء میں صحابہ کرام نے بڑا ذخیرہ جمع کر رکھا تھا جو مختصر اور انفرادی تھے مگر اس کو قرآن مجید کی طرح کتابی شکل میں اکٹھا کرنے کی ضرورت محسوس نہ کی گئی⁹۔ 2۔ جب صحابہ سے بعد کے لوگوں نے یہ احادیث سنیں تو مختلف صحابہ کے مجموعوں کو یکجا کر کے ضخیم مجموعے مرتب کرنا ممکن ہو گیا¹⁰۔ 3۔ بعد میں ان تیار کردہ مجموعوں کو موضوعات کے اعتبار سے ابواب بندی میں تقسیم کی

⁹۔ مرکزی طور پر سب سے پہلے حضرت عیین بن عبد العزیز نے احادیث کو جمع کرنے کا حکم دیا۔

¹⁰۔ اس اعتبار سے پہلی کتاب مؤطا نام ایک بیان کی جاتی ہے۔

کوششیں کی گئیں¹¹ تاکہ استفادہ کی زیادہ صورتیں نکل سکیں۔ 4۔ احادیث مبارکہ کی تصدیق اور صحت کو جاننے کے لیے راویان حدیث نے ہر حدیث کے ساتھ نسل در نسل تمام راویوں کے نام دینے (سند بیان کرنے) کا معمول بنایا¹²۔

کیا نبی اکرم ﷺ سے نے صحابہ کو حدیث لکھنے سے منع کیا تھا:

تدوین حدیث پر اعتراض کرنے والے اس حدیث کو بنیاد بناتے ہیں، جس میں آپ ﷺ نے فرمایا: "مجھ سے قرآن کے علاوہ کچھ نہ لکھو، جو لکھا ہے اس کو مٹا دو"۔ یہ حدیث ابو سعید خدری، زید بن ثابت اور ابو ہریرہؓ سے مروی ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ مذکورہ تینوں اصحاب نے یہ فرمان سن کر، اس پر عمل نہ کیا ہو، جب کہ یہ تینوں صحابہ کثیر تعداد میں احادیث بیان کرتے ہیں اور ان کے تحریری مجموعوں کا تذکرہ بھی ملتا ہے۔

حدیث سے منع کرنے والی درج بالا حدیث مبارکہ کی تین ممکنہ صورتیں ہو سکتی ہیں:

- 1۔ نئے مسلمان ہونے، نیا لکھنا سیکھنے والوں کو اس لیے منع کیا ہو کہ یہ قرآن اور حدیث میں فرق نہیں کر سکیں گے۔
- 2۔ اس جگہ حدیث لکھنے سے منع کیا ہو جہاں قرآن لکھا ہوا ہو۔ 3۔ یہ بھی ممکن ہے کہ آپ ﷺ نے کسی خاص خطبہ کو لکھنے سے منع کیا ہو جس میں مستقبل کی فتوحات کی پیش گوئیاں کی گئیں ہیں، جس کا مقصد یہ ہو کہ امت کا جذبہ جدوجہد سرد نہ پڑ جائے۔
- مذکورہ ابو ہریرہؓ کے واقعات سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ نے اگر منع کیا ہوتا تو دونوں بڑے صحابہ کبھی تحریر کا تصور بھی نہ کرتے۔
- حدیث مبارکہ کی جانچ پڑتال کرنے اور اس سے متعلقہ تمام علوم کو "علوم الحدیث" کہا جاتا ہے۔
- راویان حدیث کے کوائف اور معلومات کا علم "اسماء الرجال" کہا جاتا ہے۔

3۔ اسلامی فقہ (Introduction to Islamic Jurisprudence)

فقہ کا لغوی معنی: کسی شے کا جاننا، اس کی معرفت اور سمجھ بوجھ حاصل کرنا۔ اصطلاحی معنی: دین کی فہم اور سمجھ بوجھ کا علم "فقہ" کہا جاتا ہے۔
فقہ کے علم میں احکام اور مسائل سے متعلقہ بحث ہوتی ہے، کہ کون سا کام انسان کے لیے صحیح ہے یا ناسد، فرض ہے یا واجب، سنت ہے یا مستحب، حلال ہے یا حرام وغیرہ۔

علم فقہ کے سیکھنے کا مقصد دنیا اور آخرت کی کامیابی ہے اور اس علم کے ذریعہ شرعی احکام اور مسائل کو سمجھ کے اس کے مطابق عمل کرنا ہے۔

فقہ کی ضرورت اور اہمیت:

انسان کی زندگی میں آئے روز تغیرات، نئی نئی تبدیلیاں اور ایجادات رونما ہوتی رہتی ہیں اور قیامت تک ہوتی رہیں گی۔ مثلاً میڈیکل / طبی اور سائنسی ایجادات، جدید معاشی اور بنکاری نظام، تجارت اور کاروبار کی نئی نئی شکلیں، الغرض بے شمار ایسے معاملات اور مسائل ہیں، جو نبی کریم ﷺ کے دور میں نہیں تھے، اس لیے قرآن و حدیث میں ان کا واضح حل بھی موجود نہیں ہے۔ ان تمام باتوں کا حل "اسلامی فقہ" کی روشنی میں (اجتہاد، اجماع یا قیاس کر کے) نکالا جاتا ہے۔ جس کی اجازت خود نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام اور اپنی امت کو دی تھی۔

انسان کی مکمل زندگی میں عقائد، عبادات، معاملات اور معاشرت وغیرہ سے متعلق شرعی احکام و مسائل ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں قرآن، حدیث اور صحابہ وغیرہ کے اقوال میں بکھرے پڑے ہیں، اب ہر انسان یہ چاہتا ہے کہ میں ہر مسئلہ بلا واسطہ قرآن، حدیث اور آثار صحابہ وغیرہ سے خود ہی تلاش کر لوں گا یہ ایک ناممکن اور بے حد دشوار ہے۔ اس کے ناممکن اور دشوار ہونے کی بہت ساری وجوہات ہیں، مثلاً:

¹¹ - صحاح ستہ (صحیح بخاری - صحیح مسلم - سنن ابوداؤد - جامع ترمذی - سنن نسائی - سنن ابن ماجہ) - اصول اربعہ (اکالی - من لایحضرہ الفقیہ - الاستیعار - تہذیب الاحکام) کی صورت میں۔

¹² - ہر حدیث مبارکہ دو حصوں پر مشتمل ہوتی ہے: سند اور متن

- انسان کی بہت زیادہ مصروفیات۔
- شریعت کے تمام احکام عربی زبان میں ہیں اور ہر انسان عربی زبان سے واقف نہیں ہوتا۔
- شریعت کے بعض احکام ایسے ہیں جو آیات قرآنی اور احادیث صحیحہ سے صراحتہ ثابت ہیں لیکن بعض احکام ایسے ہیں کہ جن میں کسی قدر ابہام و اجمال ہے اور بعض آیات و احادیث ایسی ہیں جو چند معانی کا احتمال رکھتی ہیں اور کچھ احکام ایسے ہیں جو بظاہر قرآن کی کسی دوسری آیت یا کسی دوسری حدیث سے متعارض / مخالف معلوم ہوتی تو وہاں اجتہاد و استنباط سے کام لینا پڑتا ہے۔

انہی وجوہات کے سبب مسائل کا حل جاننے کے لیے عام آدمی کو "فقہ" یعنی دینی علوم کا فہم اور سمجھ بوجھ رکھنے والے سے رہنمائی لینا پڑتی ہے۔ علم فقہ میں جن پانچ ہستیوں (فقہاء) نے اپنی تمام عمریں بسر کر دیں، ان کے بانی کے نام اور ان کے مکاتب فکر کے نام درج ذیل ہیں:

امام ابو حنیفہ (فقہ حنفی)، امام جعفر صادق (فقہ جعفری)، امام مالک (فقہ مالکی)، امام شافعی (فقہ شافعی) اور امام احمد بن حنبل (فقہ حنبلی)۔

ان حضرات کے بعد ان کے شاگرد حضرات ہر ایک کا مسئلہ قرآن و حدیث اور ان حضرات کے بتائے ہوئے اصول کے مطابق بتلایا کرتے تھے اسی طرح یہی معمول اب تک چلا آیا اور آئندہ بھی چلتا رہے گا۔

اسلامی فقہ کی خصوصیات اور خوبیاں:

- 1۔ دین اور دنیا ساتھ: شریعت میں دین و دنیا دونوں کے احکام نازل فرمائے گئے۔ فقہ اسلامی اس اعتبار سے مالا مال ہے کہ جناب رسالت مآب ﷺ کی ذات گرامی نے اپنی حیات طیبہ میں دین و دنیا دونوں کے بارے میں بے شمار فقہی احکامات ارشاد فرمائے۔ حدیث و فقہ کا لٹریچر ان دونوں موضوعات کو زیر بحث لاتا ہے۔ عبادات اور معاملات دونوں موضوعات فقہ اسلامی کا حصہ ہیں۔ ان کے علم کا حصول دونوں علوم دینیہ میں شمار ہوتے ہیں۔
- 2۔ قیامت تک پیش آنے والے مسائل کا حل موجود: فقہی کاوشوں کا مطالعہ یہی باور کراتا ہے کہ بذات خود دین میں بہت وسعت پائی جاتی ہے اور مسلمان فقہاء نے حالات، درپیش چیلنجز کا مقابلہ اجتہاد اور غور و فکر سے آخر کر ہی ڈالا۔ اس کی وسعت کا اندازہ صرف اس فقہی لٹریچر کو دیکھ کر ہو سکتا ہے جس میں مفروضہ مسائل نہیں۔

- 3۔ اجتہاد کرنے والا (مجتہد) معصوم نہیں: نبی کریم ﷺ کے علاوہ شریعت میں کسی اور کو معصوم قرار نہیں دیا گیا اور نہ ہی کسی کو اس کی اجازت دی ہے کہ اپنی طرف سے کسی کو معصوم قرار دے۔ اس لئے فقہی اختلافات میں کسی عالم، مجتہد یا امام وغیرہ کو معصوم نہیں گردانا جاسکتا۔ ان کا اجتہاد صحیح بھی ہو سکتا ہے اور غلط بھی۔

- 4۔ لچکدار اور فطری حل: ہر معاملے کا حل اُس کام کرنے والے کی نیت، نوعیت اور حالات و واقعات کو دیکھنے کے بعد نکالا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر غلطی سے قتل اور جان بوجھ کر قتل کرنے والے کی سزا مختلف ہے۔ عام حالات کی چوری اور بھوک ختم کرنے والی چوری کی سزا ایک جیسی نہیں ہے۔

4۔ اسلامی قانون کے بنیادی و ثانوی مآخذ اور مصادر (Primary & Secondary Sources of Islamic Law)

اسلامی قوانین کے مآخذ اور مصادر (Sources)، جن سے تمام احکامات اور مسائل لیے جاتے ہیں وہ درج ذیل ہیں:

بنیادی مآخذ اور مصادر (Primary Sources of Islamic Law):

اسلامی تعلیمات حاصل کرنے کے بنیادی طور پر دو مآخذ (ذرائع) ہیں: ۱۔ قرآن ۲۔ حدیث

ثانوی مآخذ اور مصادر (Secondary Sources of Islamic Law):

قرآن اور حدیث مکمل حالت میں موجود ہیں۔ موجودہ حالات میں پیش آنے والے معاملات اور مسائل کے حل کے لیے درج ذیل ثانوی مآخذ سے استفادہ کر کے حل تلاش کیا جاتا ہے۔

1- اجتہاد:

اجتہاد کے لغوی معنی ہیں: کسی کام کی انجام دہی میں تکلیف و مشقت اٹھاتے ہوئے اپنی پوری کوشش صرف کرنا۔ اصطلاحی تعریف: کوئی ایسا معاملہ جس کا واضح حل قرآن و سنت میں موجود نہ ہو، اہل علم (مجتہدین) اسلامی تعلیمات کی روشنی میں کوشش کے بعد کوئی حل پیش کریں تو وہ اجتہاد کہلائے گا۔ اجتہاد کا جو اس آیت مبارکہ سے ثابت ہے: یا ایہا الذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم ترجمہ: اے ایمان والو! حکم مانو اللہ تعالیٰ کا اور حکم مانو رسول ﷺ کا اور اولو الامر کا جو تم میں سے ہوں

اس آیت مبارکہ میں "اولی الامر" سے مراد علماء اور فقہاء ہیں۔

جدید معاملات اور مسائل کا واضح اور مفصل حل قرآن اور حدیث میں موجود نہیں ہے، اس لیے "اجتہاد" کی اجازت دی گئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کو اجتہاد کی اجازت دی تھی۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو تبلیغ کے لیے یمن روانہ کرتے وقت آپ ﷺ نے اُن سے فرمایا تھا کہ اگر قرآن و حدیث میں حکم نہ ملے تو اجتہاد سے کام لیتا۔۔۔ حضرت علی کے پاس یمن میں ایک لڑکے کے سلسلہ میں تین دعویٰ درپنچے، حضرت علیؑ نے پہلے تو ہر ایک کو راضی کرنے کی کوشش کی کہ وہ دوسرے کے حق میں دستبردار ہو جائے؛ لیکن جب کوئی اس پر آمادہ نہ ہوا تو قرعہ اندازی کر کے جس کے حق میں قرعہ نکلا اس کو لڑکا حوالہ کر دیا، آپ کا یہ عمل اجتہاد کی بنیاد پر ہی تھا۔۔۔ رسالت مآب ﷺ کی خدمت میں ایک مقدمہ آیا، آپ نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو اس کا فیصلہ کرنے کا حکم فرمایا: انھوں نے معذرت بھی کرنی چاہی۔ لیکن آپ ﷺ نے حکم دیا اور فرمایا کہ اگر صحیح فیصلہ کر دے تو دس نیکیاں ملیں گی اور اگر کوشش کے بعد غلطی ہو جائے، تب بھی ایک نیکی ضرور ہی حاصل ہوگی۔

اجتہاد کے بارے میں چند اصول:

- 1- اجتہاد تب کیا جائیگا جب اس نئے مسئلہ یا واقعہ کا واضح جواب قرآن و سنت میں موجود نہ ہو۔
- 2- اجتہاد کرنے کا "اہل" ہر آدمی (عام شخص) نہیں، بلکہ کوئی علمی شخصیت کسی کے دینی علمی سمجھ میں گہرائی اور مہارت پر کھ لینے کے بعد تائیدی اجازت دے۔ چنانچہ اس سے مراد وہ حاکم ہے جو عالم ہو، حکم دینے کے لائق ہو اور جاہل کا حکم دینا درست نہیں، اگر وہ حکم کرے گا تو گناہگار ہو گا۔
- 3- شرعی فتویٰ دینے کا طریقہ یہ ہے کہ سب سے پہلے قرآن سے فیصلہ کیا جائیگا، نہ کے سنت یا قیاس سے، قرآن کے بعد سنت سے پھر اجتہاد یا قیاس سے۔
- 4- "مجتہد" یعنی اجتہاد کرنے والا اجتہاد کے تمام اصول و ضوابط سے واقف ہو۔

- 2- قیاس: لغوی معنی: اندازہ اور برابری کو قیاس کہتے ہیں۔ مثال کے طور پر آپ کہتے ہیں: فلاں بندہ فلاں بندے کے برابر ہے۔ اصطلاح میں: کوئی ایسا معاملہ جس کا واضح حل قرآن و سنت میں موجود نہ ہو، اُس کا کسی ایسے معاملہ پر اندازہ لگانا جس کا حل قرآن و سنت میں موجود ہو، جب کہ ان دونوں میں مشترک علت یا مشترک خوبی بھی پائی جائے، جیسے بھینس کو گائے پر قیاس کرنا وغیرہ۔

قیاس کے ارکان: اس کے چار ارکان کا ہونا ضروری ہے، اور وہ درج ذیل ہیں:

- 1- اصل: جس پر قیاس کیا جاتا ہے۔ یہ وہ چیز ہے جس کا حکم ثابت ہوتا ہے اور اس کے ساتھ دوسروں کو ملا دیا جاتا ہے۔ جیسا کہ شراب کی حرمت ثابت ہے اور اس کے ساتھ نبیذ کو ملا دیا جاتا ہے۔
- 2- فرع: جو اصل کے ساتھ ملائی جاتی ہے۔ لغت میں اس کو کہتے ہیں جو اپنے غیر سے پیدا ہوا اور اس کی بنیاد بھی اسی پر ہو۔ اور اصولیوں کی اصطلاح میں اس محل کو کہتے ہیں جسے حکم میں دوسرے سے ملانا مطلوب ہوتا ہے۔ جیسا کہ نبیذ ہے، اس کو شراب کے ساتھ اس کے حکم میں ملانا مطلوب ہوتا ہے، اور وہ حکم حرام ہونے کا ہے۔

- 3- علت: وہ علت یا خوبی جو اصل اور فرع کو جمع کرتی ہے، یہ اصل اور فرع کے درمیان مشترک معنی ہوتا ہے جو فرع کے لیے اصل کے حکم کے اثبات کا تقاضا کرتا ہے۔ جیسا کہ نشہ نبیذ کو شراب سے ملانے اور حرام کرنے کی وجہ اور علت ہے۔

4- حکم: وہ حکم جو اصل یعنی جس پر قیاس کیا جا رہا ہے لیے ثابت ہے۔ اور یہ مطلوبہ حکم ہے جس میں فرع کو اصل کے ساتھ ملایا جاتا ہے۔ جیسا کہ قصاص کا حکم ہے جس کو کسی بھاری چیز کے ساتھ قتل کرنے میں، لوہے کی تیز دھار چیز سے قتل کرنے کے ساتھ ملایا گیا ہے۔

3- اجماع: اجماع کے لغوی معنی: کسی بات پر لوگوں کا جمع ہو جانا۔

اصطلاحی مفہوم: نبی کریم ﷺ کے بعد کسی بھی زمانہ میں آپ کی امت کے تمام مجتہد علماء کا کسی دینی معاملے پر اکٹھے ہو جانا۔

اجماع کے جواز کی دلیل کے طور پر درج ذیل آیت مبارکہ اور حدیث پاک پیش کی جاتی ہیں:

وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُسْلِمِينَ نُفَوِّضْهُ إِلَىٰ مَا يَمُورُ بِهِ وَنُصَلِّهِ جَهَنَّمَ وَنَسَاءً مَصْبُورًا

ترجمہ: جو شخص رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرے گا اس کے بعد کہ اس پر ہدایت واضح ہو چکی ہو اور اہل ایمان کے راستے کے علاوہ دوسرے راستے کی پیروی کرے گا تو ہم اس کو اس طرف چلائیں گے جہر وہ خود پھر گیا اور اسے جہنم میں داخل کریں گے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ میری امت کو ضلالت و گمراہی پر کبھی جمع نہیں کریگا۔

اجماع کی چند مثالیں:

- اس بات پر علماء کا اجماع ہے کہ ماں کی موجودگی میں دادی / نانی وارث نہیں بن سکتی۔
- اس بات پر علماء کا اجماع ہے کہ وارث کے لیے وصیت کرنا جائز نہیں ہے۔
- اس بات پر علماء کا اجماع ہے کہ قتل خطا کے مرتکب سے قصاص نہیں لیا جائے گا۔
- اس بات پر علماء کا اجماع ہے کہ عورت کے لیے مباح سفروں میں سے کوئی سفر اپنے خاوند یا محرم کے ساتھ کرنا مباح ہے۔
- اس بات پر علماء کا اجماع ہے کہ قرآن مجید میں پندرہ سے سجدات تلاوت نہیں ہیں۔

اجماع کی اقسام:

اپنے وجود کے اعتبار سے اجماع کی دو قسمیں ہیں:

1- اجماع قولی یا فعلی: جس مسئلہ پر اجماع ہو رہا ہو اس پر اجماع کرنے والے تمام افراد اپنے قول سے اس کی صراحت کریں یا ایسا فعل کریں جو اس مسئلہ کے ان کے ہاں جائز ہونے پر دلالت کرے۔ اجماع کے ثبوت کے ذریعے اجماع کے قائلین کے ہاں اجماع کی اس قسم کے حجت ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

2- اجماع سکوتی: اجماع کرنے والوں میں سے بعض کا قول یا فعل ملے اور ان کے ہاں عام ہو جائے اور باقی اس کے بارے میں کلام کرنے یا کوئی فعل کرنے سے خاموش رہیں یا جن لوگوں نے اجماع کیا ہے ان پر اعتراض نہ کریں۔ اجماع کی اس قسم میں اختلاف کیا گیا ہے۔ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ اس اجماع کی مخالفت یا اس سے پیچھے ہٹنا جائز نہیں ہے۔ اور کچھ لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ نہ تو یہ اجماع ہے اور نہ ہی حجت۔ اور کچھ اور لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ حجت تو ہے لیکن اجماع نہیں ہے۔

اسلامی قوانین کی خصوصیات:

1- قانون میں نیت اور مقصد کا دخل: قانون کے بنیادی اصولوں میں مقصد اور نیت کو بڑی اہمیت حاصل ہے

۱- قسط سالی میں چوری ۲- قتل میں نیت کا فرق ۳- بھول کر کام کرنا ۴- جہالت کی وجہ سے گناہ پر سزا نہ دی جائے

ایک مسلمان نے اپنی سوتیلی بہن سے شادی کر لی، جب یہ معاملہ حضرت عمرؓ کے سامنے آیا تو اس سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ اُسے ممانعت کا معلوم نہ تھا۔ اس شخص کو زنا یا محرم سے ناجائز تعلقات پر سزا نہ دی گئی۔

- 2- قوانین ہر شعبہ پر محیط: اسلامی قوانین میں بین الاقوامی قوانین، معاہداتی تعلقات، جنگ و امن میں سزاؤں کے قوانین موجود ہیں۔
- 3- قوانین کی درجہ بندی: فقہاء قوانین کی گناہوں اور نیکی کی بنیاد پر درجہ بندی کرتے ہیں۔ (فرض واجب مباح حرام مکروہ)
- 4- قوانین میں پلک اور تعمیر پذیر: انسان میں ارتقاء اور تبدیلی کا عمل جاری ہے۔ اجتماع و اجماع کی صورت میں حل رکھا ہے۔
- 5- قوانین میں تبدیلی اور خاتمہ: قانون نافذ کرنے والی یا اس سے بڑی اتھارٹی اسے منسوخ / کینسل کر سکتی ہے، اس سے کم تر اتھارٹی نہیں البتہ وہ اس کی تشریح کر سکتے ہیں۔
- 6- تمام مذہبی قوموں کو ان کے عقائد کے مطابق سزائیں: نبی ﷺ پاس یہودیوں کا کیس آیا تو آپ ﷺ نے ان کی کتاب کی روشنی میں فیصلہ کیا۔ اس کی ایک صورت یہ ہے کہ اقلیتوں کی الگ عدالتیں اور جج مقرر کر دیے جائیں۔
- 7- سخت قانون شہادت: (البینۃ علی المدعی والیمین علی) گواہ کی ساکھ کیسی؟ الذین یرمون المحصنات ثم لم یتوا بابرۃ شہداء۔ ولا تقبلولہم شہادۃ ابدًا
- 8- گواہی دینے میں سچ کی تاکید: جھوٹ بول کر دنیاوی سزا سے توفیق کسے ہیں لیکن اللہ کے ہاں نہیں۔

5- نبی کریم ﷺ کی مکی اور مدنی زندگی (Makken & Madnian life of the Holy Prophet)

حضرت ابراہیمؑ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت ہاجرہؑ اور بیٹے اسماعیلؑ کو "اکمہ" (وادی غیر زری زرع۔ بے آب و گیاہ وادی) میں آباد کیا۔ حضرت اسحاقؑ کے بیٹے حضرت یعقوبؑ (اسرائیل) کی نسبت سے بنی اسرائیل کا آغاز ہوا اور اختتام حضرت عیسیٰؑ پر ہوا۔ حضرت اسماعیلؑ کی نسل سے نبی کریم ﷺ کی پیدائش سرزمین عرب (مکہ) میں ہوئی۔

سیرت کا لغوی معنی: سیرت کے معنی میں طریقہ، راستہ، روش، شکل و صورت اور حالات زندگی۔
سیرت کا اصطلاحی معنی: اصطلاحی طور پر سیرت کا لفظ رسول اللہ ﷺ کے سوانح اور حالات زندگی کے لیے خاص ہے۔
سیرت النبی ﷺ کے مطالعہ کی ضرورت اور اہمیت:

- رسول اللہ کی سیرت کے مطالعہ سے قرآن مجید اور احادیث کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے کیونکہ قرآن مجید کا تعلق سیرت رسول اللہ کے ساتھ بہت گہرا ہے۔
- رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اور اتباع کا اولین تقاضا یہ ہے کہ کہ زندگی کے مختلف گوشوں میں آپ ﷺ کی تعلیمات کو جانا جائے جو کہ سیرت پڑھنے سے حاصل ہو گا۔
- رسول اکرم ﷺ کی حیات طیبہ میں ہر مسلمان کے لئے رہنمائی موجود ہے چاہے حاکم ہو یا محکوم۔ طالب علم ہو یا استاذ گویا آپ کی سیرت طیبہ ایک انسان کامل کے لیے ہر اعتبار سے اعلیٰ درجے کی نادر مثال ہے۔
- سیرت النبی ﷺ کا مطالعہ کرنے سے عقیدہ و ایمان، شریعت، اخلاق، تفسیر، حدیث، صداقت، سیاست، عدالت، دعوت و تربیت اور معاشرت اور مختلف امور کے متعلق بالکل صحیح، مستند اور مفید معلومات حاصل ہوتی ہیں۔
- سیرت طیبہ کو پڑھ کر ایک مسلمان کے لیے نبی کریم ﷺ کے اسوہ اور نمونہ پر چلنا آسان ہو جاتا ہے۔

1- مکی دور: پیغمبر کائنات کی ولادت:

آپ ﷺ کی ولادت حضرت اسماعیلؑ کی پشت سے 09 یا 12 ربیع الاول بمطابق اپریل 569ء¹³ میں حضرت آمنہ کے ہاں ہوئی¹⁴، آپ کی پیدائش سے چند ہفتے پہلے آپ کے والد گرامی حضرت عبد اللہ کا انتقال ہو گیا تھا۔

13- زیادہ روایات میں آپ ﷺ کی پیدائش کا سال 570ء اور 571ء متایا جاتا ہے۔

نبی ﷺ نے کئی سال (تقریباً 4 سال) دیہاتی علاقہ میں حضرت حلیمہ سعدیہ (رضائی ماں) کے پاس دودھ پینے کی غرض سے گزارے اور واقعہ "شبن الصدر" کے بعد حضرت حلیمہ آپ ﷺ کو واپس حضرت آمنہ کے پاس چھوڑ گئیں۔

والدہ کا انتقال: 6 سال عمر (ابوہ کے مقام پر)، جس کے بعد آپ دادا عبد المطلب (شیبہ) بن ہاشم کی پرورش میں آ گئے۔

دادا کا انتقال: 8 سال عمر (دادا عبد المطلب کا انتقال)، دادا کے فوت ہو جانے کے بعد آپ چچا ابوطالب کی پرورش میں آ گئے۔

سفر شام: چچا ابوطالب کے ساتھ 10 سال (یا 12 سال) کی عمر میں تجارت کی غرض سے سفر شام میں ساتھ تھے، جب بحیرہ راہب کا واقعہ پیش

آیا۔ مکہ میں چچا ابوطالب کی دکان چلانے میں مدد کرتے تھے اور کئی مہینوں کے ریوڑ چرانے کے واقعات بھی ملتے ہیں۔

حرب فجار میں شرکت: 15 سال کی عمر میں حرب فجار¹⁵ (کناہوں کی لڑائی) میں شریک ہو کر اپنے چچاؤں کی مدد کی۔

حلف الفضول میں شرکت: 20 سال عمر میں حلف الفضول (مظلوموں کی مدد کا معاہدہ) میں شرکت کی۔

حضرت خدیجہ سے شادی: 25 سال عمر میں حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے شادی کی۔ تب حضرت خدیجہ کی عمر 40 سال تھی۔ اسی سال

حضرت خدیجہ کا تجارتی مال لے کر (نیسرہ کے ساتھ) سفر شام بھی کیا۔

نبی ﷺ کی ازوج (بیویاں): 1۔ خدیجہ 2۔ سودہ 3۔ عائشہ 4۔ حفصہ 5۔ ام حبیبہ 6۔ ام سلمہ 7۔ زینب بنت خزیمہ 8۔ زینب بنت جحش 9۔ جویریہ

10۔ صفیہ 11۔ میمونہ (لوندیاں: 1۔ ماریہ 2۔ ریحانہ)

نبی ﷺ کی اولاد: بیٹے: 1۔ قاسم 2۔ عبد اللہ (جن کا لقب طیب اور طاہر ہے) 3۔ ابراہیم بیٹیاں: 1۔ زینب 2۔ رقیہ 3۔ ام کلثوم 4۔ فاطمہ

تعمیر کعبہ میں شرکت: 35 سال عمر میں 605ء کے لگ بھگ بیت اللہ کے پردوں کو آگ لگنے اور بعد ازاں بارش نے عمارت کو تباہ حال

کر دیا اس لیے بیت اللہ کی دوبارہ تعمیر کی گئی۔ دوبارہ تعمیر میں حجر اسود رکھنے پر تنازعہ ہو گیا، نبی ﷺ نے اس میں ثالثی کا کردار ادا کرتے ہوئے انہیں ایک

بڑی لڑائی سے بچالیا۔

نبوت و رسالت کا آغاز: 40 سال عمر کے قریب آپ ﷺ جبل نور میں واقع غار حرا (سوج بچا کا غار) میں، آپ پر "سورہ علق" کی پہلی پانچ آیات پر

مشتمل پہلی وحی اتری اور آپ اللہ کے رسول بن گئے، سب سے پہلے ورقہ بن نوفل (عیسائی عالم) نے آپ کے پیغمبر ہونے کی گواہی دی۔

اعلانیہ تبلیغ: 3 نبوی یعنی نبوت کے تیسرے سال کوہ صفا پر جب اعلانیہ تبلیغ کی گئی، اس کے بعد اہل اسلام کی مخالفت میں شدت آگئی اور مسلمانوں پر

ظلم و ستم کے پہاڑ ٹوٹنے لگے۔

ہجرت حبشہ: پہلی ہجرت حبشہ: 5 نبوی میں اہل ایمان پر ظلم و زیادتی کو دیکھ کر نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کے ایک وفد کو مکہ چھوڑ کر نجاشی کے ملک

حبشہ¹⁶ (ایسے سینا) ہجرت کرنے کا حکم دیا، جن کی تعداد 15 تھی۔ حضرت جعفر بن ابی طالب نے تقریر کی اور سورہ مریم کی تلاوت کی۔

دوسری ہجرت حبشہ: 6 نبوی میں تقریباً 101 دیگر صحابہ کو نبی ﷺ نے حبشہ جانے کا حکم دیا۔

سامی مقاطعہ (سوشل بائیکاٹ): 7 نبوی 10 تا 11 نبوی۔ قریش مکہ نے بنو ہاشم کے سامی مقاطعہ (بائیکاٹ) کا فیصلہ کیا۔ اس معاہدے کی بنو ہاشم میں

سے صرف آپ ﷺ کے چچا ابو لہب نے حمایت کی اور خاندان سے بغاوت کرتے ہوئے کفار مکہ کا ساتھ دیا۔ آپ خاندان کے ساتھ تین سال شعب ابی

طالب میں محصور رہے، اس محصوری کے دوران درخت کے پتے اور چرواہا بال کر بھی کھانا پڑا۔

14۔ آپ کا نام محمد ﷺ دادا نے اور احمد نام والدہ نے رکھا۔ آپ ﷺ کے بہت سارے نام ہیں، آپ کا ایک نام "حبیب اللہ" (اللہ کا دوست) بھی ہے۔ اللہ نے آپ ﷺ کی ذات کو ہمارے لیے نمونہ قرار دیا ہے۔

15۔ یہ لڑائی حرم کے مہینوں میں لڑی گئی، اس لیے "حرب فجار" کہا جاتا ہے۔

16۔ موجودہ نام "ایریٹریا" ہے۔

نبی اور چچا کا قتال: 10 نبوی میں حضرت خدیجہ اور ابوطالب کا انتقال ہوتا ہے، 10 نبوی کو عام الحزن (غم کا سال) کہا جاتا ہے۔
واقعہ معراج: 27 ربیع الثانی 10 نبوی میں واقعہ معراج (معراج کے لفظی معنی یڑھی کے ہیں) پیش آیا، جس میں پانچ نمازیں فرض ہوئیں۔
سفر طائف: 10 نبوی میں ہی سفر طائف پیش آیا۔

بیعت عقبہ: مدینہ (یثرب) میں یہودیوں کے قبائل بنو قینقاع، بنو نضیر، بنو قریظہ آباد تھے، عرب کے دو قبیلے اوس و خزرج یہودیوں کے ان قبیلوں سے آخری نبی کی پیشین گوئی سنتے رہتے تھے۔ حج کے دنوں میں اوس و خزرج کے چھ لوگ حج پر آئے اور آپ ﷺ کی خفیہ دعوت پر مسلمان ہو گئے۔
پہلی بیعت عقبہ: 11 نبوی۔ تعداد: 12 (مصعب بن عمیر کو ان کے ساتھ مدینہ میں تبلیغ کرنے کے لیے بھیجا)
دوسری بیعت عقبہ: 12 نبوی۔ تعداد تقریباً 75 (اس بیعت میں مدینہ سے آئے مسلمانوں نے نبی ﷺ کو مدینہ آنے کی دعوت دی)
مدنی دور:

ہجرت مدینہ: اللہ تعالیٰ کا حکم آجانے پر آپ ﷺ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ 27 صفر 13 نبوی کو سفر ہجرت شروع کیا۔ تمام امانتیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سپرد کیں کہ صبح ان کے مالکوں کو لوٹا دیں۔ غار ثور میں تین دن تک قیام رہا۔ سراقہ بن جعشم نے تعاقب کیا۔ قابستہ میں آمد اور مسجد قبا کی تعمیر کی اور پھر پہلی اسلامی ریاست کی بنیاد مدینہ (سابقہ نام "یثرب") میں رکھی۔
مواخات مدینہ: 1ھ میں نبی ﷺ نے انصار (مدینہ کے مسلمان) اور مہاجرین (مکہ سے آنے والے مسلمان) کو آپس میں بھائی بھائی بنادیا۔
بیثاق مدینہ: 1ھ میں ہی نبی ﷺ نے مدینہ کے مسلمانوں اور غیر مسلموں (یہود وغیرہ) کے درمیان معاہدہ کیا۔
• 1ھ میں ہی اذان، نماز باجماعت اور جمعہ فرض ہونے کا حکم ہوا۔

روزوں کی فرضیت: 2ھ میں رمضان المبارک کے روزے فرض ہوئے اور مسلمانوں نے (یکم شوال 2ھ کو) پہلی عید الفطر کی۔
غزوہ بدر: 17 رمضان 2ھ۔ (مسلمان 313، کفار 1000)

غزوہ احد: شوال 3ھ۔ (مسلمان 700، کفار 3000)، کفار غزوہ بدر کا بدلہ لینے آئے، یہ مہم بڑی حد تک بے نتیجہ رہی۔
غزوہ خندق (احزاب): 5ھ۔ (مسلمان 3000، کفار مکہ، یہودی اور دیگر 10000) حضرت سلمان فارسی کے مشورہ پر خندق کھودی گئی۔ بہت سارے گروہ مل کر مسلمانوں سے لڑنے آئے اس لیے اس معرکہ کو "غزوہ احزاب" بھی کہا جاتا ہے۔

شراب نوشی کی حرمت: 5ھ میں ہی شراب نوشی، جو اور قسمت معلوم کرنے کے لیے پانسہ پھینکنے کا طریقہ حرام ہوا۔

صلح حدیبیہ: ذوالقعدہ 6ھ۔ نبی ﷺ نے عمرہ کرنے کا خواب دیکھا، عمرہ کرنے کی غرض سے ذوالقعدہ 6 ہجری میں 1400 صحابہ کے ساتھ بیت اللہ (مکہ) کی طرف سفر کیا۔ اہل مکہ کی رکاوٹوں پر مکہ والوں سے مذاکرات کے لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بھیجا گیا، قتل عثمان کی انوائہ پر نبی ﷺ نے 1400 صحابہ سے بیعت لی جو "بیعت رضوان" کے نام سے مشہور ہے۔ بعد میں مکہ والوں اور مسلمانوں کے درمیان ایک صلح کا معاہدہ ہوا جو صلح حدیبیہ کے نام سے مشہور ہے۔ قرآن نے صلح حدیبیہ کو "فتح مبین" کہا ہے۔ قریش کی طرف سے سہیل بن عمرو نے نمائندگی کی اور حضرت علیؑ نے اس معاہدے کو تحریر کیا۔

صلح حدیبیہ کی شرائط: 1- مسلمان اس سال عمرہ نہیں کریں گے بلکہ اگلے سال عمرہ کرنے آئیں گے اور تین دن تک مکہ میں قیام کر سکیں گے۔ 2- مسلمان اپنے ہتھیار نیاسوں میں رکھیں گے۔ 3- دس سال جنگ نہیں ہوگی۔ 4- کافر سے مسلمان ہونے والے کو واپس کرنا ہوگا لیکن مسلمان کافر ہونے کی صورت میں واپس نہیں ہوگا۔
دعوتی خطوط: 7ھ۔ رسول اکرم ﷺ نے اسلام کی تبلیغ کرنے کے لیے دنیا کے بڑے بادشاہوں کو دعوتی خطوط لکھے۔ شام کے علاقے میں مسلمان سفیر کو قتل کر دیا گیا۔ جن کا بدلہ لینے کے موتہ کی لڑائی لڑی گئی۔
موتہ کا معرکہ: 8ھ میں غزوہ (سریہ) موتہ لڑی گئی۔

فتح مکہ: 8 رمضان 8ھ میں مکہ فتح ہوا۔ 10 ہزار کاشفہ۔ نبی کریم ﷺ نے مکہ والوں کے لیے عام معافی کا اعلان کیا اور مکہ کے ایک سردار "نخشب بن انسید" کو مکہ کا پہلا حاکم مقرر کیا۔

حسین و طائف کی فتح: 8ھ میں ہی فتح مکہ کے فوری بعد مسلمانوں نے حنین کے دشمن کو شکست دی، پھر طائف کا رخ کیا اور اہل طائف کا محاصرہ ان کی شکست سے پہلے ختم کر کے مزاحمت ختم کرنے کا فیصلہ کیا۔ ایک سال کے اندر ہی طائف کا وفد مدینہ میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیتا ہے۔

حج الوداع: 10ھ (631ء) میں نبی کریم ﷺ نے ایک لاکھ چالیس ہزار صحابہ کے ساتھ حج کیا۔

خطبہ حجۃ الوداع کے اہم نکات:

- 1- خطبہ کا آغاز اللہ کی حمد و ثناء سے کیا
- 2- انسانی حقوق کا تحفظ
- 3- خواتین کے حقوق کی پاسداری
- 4- غلاموں کے حقوق
- 5- سود کی حرمت
- 6- مساوات کا درس
- 7- اطاعتِ امیر (حکمرانوں کی بات ماننے) کا حکم
- 8- سابقہ جاہلیت کی رسومات کا خاتمہ
- 9- دین کی تکمیل
- 10- قرآن و حدیث کو تمنائے اور ان پر عمل کرنے کا حکم
- 11ھ (631ء) میں 12 ربیع الاول بروز پیر، رسول کائنات ﷺ 63 سال کی عمر پر اس دار فانی سے رخصت ہوئے۔

6- اسلام کا معاشی نظام (Islamic Economic System)

اسلام مادی اور معاشی خوشحالی کے خلاف نہیں بلکہ اسے اچھا تصور کرتا ہے۔ محنت کی عظمت کی احادیث اور پیغمبروں کا معاش کے لیے تجارت کرنا، اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اسلام معاشی نظام کو بہتر بنانے پر زور دیتا ہے۔ طلب کسب الحلال فریضۃ بعد الفریضۃ / کاد الفقر ان یکن کفرا اگر حلال طریقوں سے مال کمایا اور خرچ کیا تو ایسے مال کو فضل اور خیر کہا گیا ہے بصورت دیگر اسے نفع بھی کہا گیا ہے۔

اسلام کی معاشی بنیادیں:

- 1- رازق اللہ کی ذات ہے
- 2- رزق مقدر میں لکھا جا چکا ہے (حلال یا حرام طریقے سے حاصل کر لیں۔ حضرت علیؓ کا واقعہ)
- 3- تصور حلال و حرام: کچھ چیزیں فی نفسہ حرام ہیں جیسے جو، سود۔ کچھ چیزیں حلال ہیں مگر ان کو حاصل کرنے کا طریقہ حرام ہونے سے وہ چیزیں بھی حرام کے حکم میں ہو جاتی ہیں جیسے جھوٹ بول کر یا چوری کر کے کوئی چیز حاصل کرنا
- 4- ایثار:
- 5- مال اللہ کی امانت: یہ اپنی مرضی سے خرچ نہیں کر سکتا (قیامت کے روز 5 سوال)۔ جو اللہ کا حکم ہو گا وہیں پر خرچ کرے گا جیسے صدقات وغیرہ
- 6- اعتدال اور میانہ روی کا حکم:

- 7- محنت کی عظمت اور کماتے کا حکم: (الکاسب حبیب اللہ)۔ سوال کرنے سے روکا گیا ہے (ایسا کرنا قیامت کے روز شرم اور عار کا باعث ہو گا)

اسلام کی معاشی پالیسی:

گردش دولت کا حکم

معاشی نظام کو بہتر بنانے کے لیے اسلام کی پالیسی یہ ہے کہ دولت ایک ہاتھ، ایک ادارے میں رہنے کی بجائے گردش کرتی رہے۔ گویا گردش دولت اسلام کی بنیادی اور ضروری معاشی پالیسی ہے۔ (تاکہ جو لوگ تم میں دولت مند ہیں مال انہی کے ہاتھوں میں نہ پھرتا رہے)۔ اسلام کے بہت سارے احکامات گردش دولت کے اصول پر ہی نافذ کیے گئے ہیں، جو مندرجہ ذیل ہیں:

- 1- زکوٰۃ و صدقات¹⁷
- 2- خیرات و انفاق فی سبیل اللہ¹⁸: (سارے مال اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کر سکتے)

17- اس سے مراد وہ مالی عبادت جو فرض ہے۔ سو نامائے سات تولے، پانچویں ساڑھے ہاون تولے یا اتنی جیت کی کر لئی ہو تو سال کے بعد چالیسوں حصہ اللہ کی راہ میں دینا فرض کیا گیا ہے۔

18- فرض کے علاوہ مزید (فصل) اللہ کی راہ میں خرچ کرنا۔

3- وراثت: میت کے ترکہ اور جائیداد میں سے اسلام کے طے شدہ حصے وراثہ میں تقسیم ہوں گے۔ وراثت کی تقسیم میں تدفین کا خرچ، قرض (دینا ہو تو اس کی ادائیگی، وصیت (کی ہو تو اس) پر عمل اور آخر میں وراثت تقسیم ہوگی۔ وراثت کی تقسیم اور حصوں بارے اسلام کی ہدایات درج ذیل ہیں:

1- حصے مقرر ہیں۔ ان کے لیے وصیت نہیں ہو سکتی۔

2- تمام اولاد اور وراثہ برابر ہیں۔ ان کے حصوں میں کمی بیشی نہیں کی جاسکتی۔

3- کسی کو جائیداد سے بے دخل نہیں کیا جاسکتا۔ البتہ قاتل کو مقتول کے مال سے وراثت نہیں ملے گی۔

4- غیر مسلم وراثت کو وراثت نہیں ملے گی البتہ ان کے بارے وصیت ہو سکتی ہے یا زندگی میں ان کو تحفہ دیا جاسکتا ہے۔

اسلامی قانون وراثت کے فوائد: گردش دولت غربت میں کمی

4- وصیت: اگر میت نے کسی غیر وارث کو مال دینے کی وصیت کی ہو تو اس پر عمل کیا جائے گا۔ وصیت بارے چند نکات درج ذیل ہیں:

1- وارث بارے مال کی وصیت نہیں کی جاسکتی۔

2- وصیت ایک تہائی سے زیادہ نہیں ہو سکتی۔

3- وصیت گناہ پر مبنی نہ ہو، ایسی وصیت پر عمل کرنا ضروری نہیں ہوگا۔

4- اگر کسی بارے وصیت کرنی ہے تو اسے لکھ کر رکھ لینی چاہیے اور گواہ بھی بنالینے چاہئیں۔

5- بیت المال کا قیام: 6- قرض حسنہ: 7- اجارہ: کوئی چیز کرایہ پر دینا 8- ہبہ (تحفہ):

9- مضاربہ: ایک آدمی کا سرمایہ دوسرے کی صرف محنت، منافع طے شدہ حصے کے مطابق ہوگا۔ نقصان میں محنت والا شریک نہیں ہوگا۔

10- مشارکہ: دو شخص مل کر کوئی کاروبار کریں۔

ارتکاز دولت کی ممانعت:

دوسری طرف ارتکاز دولت اور ذخیرہ اندوزی سمیت ہر اس اخلاقی حربے سے ممانعت کر دی گئی ہے جس میں گردش دولت نہ ہو بلکہ سرمایہ ایک فرد یا ایک ادارے تک محدود ہو کر رہ جائے۔ اسلام کے بہت سارے احکامات ایسے عمل کی مذمت میں آئے ہیں، جو مندرجہ ذیل ہیں:

1- سود (ربا): تعریف: قرض پر منافع یا رقم رکھنے کے بدلے زائد پیسے وصول کرنا۔ اسلام میں سود کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ:

احل الله البيع وحرم الربوا (اللہ نے بیع کو حلال اور سود کو حرام کیا ہے)

يُمَحِّقُ اللَّهُ الرِّبَا وَيُرِيهِ الصَّدَقَاتِ (اللہ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے)

فَاذْنُوا بِحَرْبٍ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ (اگر سود لینے سے باز نہ آئے تو اللہ اور رسول سے لڑائی کے لیے تیار ہو جاؤ)

ارشاد نبوی ﷺ: الرِّبَا سَبْعُونَ جُزْءًا اِيسَرُهَا اَنْ يَنْكَحَ الرَّجُلُ امَةً (سود کے ستر درجے ہیں سب سے ہلکا یہ ہے کہ اپنی ماں سے بدکاری کرنا)

سود کی جدید شکلیں:

(i)۔ سودی قرضے: (ii)۔ انشورنس (بیمہ): عرب میں سماجی بیمہ کی صورتیں موجود تھیں۔ جیسے کسی غریب شخص نے سہوا قتل کر دیا تو

اس کی طرف سے خون بہا دیا جاتا یا کسی کے نقصان کی صورت میں سماج مل کر اس کی مدد کر دیتا تھا۔

ہجرت کے بعد رسول اکرم ﷺ نے بھی مدینہ کے آئین میں ایک نظام قائم کیا جو "معاقل" کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اس نظام کے تحت جنگی قیدی چھڑانے اور دیت کی ادائیگی میں مدد ملتی تھی۔ یہ نظام ایک دوسرے کی مدد اور باہمی تعاون پر قائم کیا گیا جو سراسر انسانی ہمدردی اور ایثار پر مبنی تھا۔

(iii)۔ قسطوں کا لین دین: (iv)۔ پانے کے کھیل (قسمت آزمائی): لائٹری، قرعہ اندازی اور قسمت آزمائی جیسے طریقوں کو قرآن نے شیطانی اعمال قرار دیا ہے۔

سود کے اسلامی متبادلات: زکوٰۃ صدقات قرضہ حسنہ مضاربہ مشارکہ اجارہ ہبہ (گفت)

سود کے خاتمہ کی تجاویز: اوپر جو اسلام کی معاشی پالیسی بیان ہوئی ہیں ان کا بہتر انداز میں نفاذ کر دیا جائے، درج بالا اسلام کی معاشی پالیسیاں ہی سود کے خاتمہ کی تجاویز میں لکھیں گے۔

پاکستان کی معیشت کو بہتر کرنے کے لیے تجاویز دیں:

اوپر کی سطور میں اسلام کی معاشی پالیسی جو بیان کی گئی ہے اسی کو تحریر کرنا ہے یعنی زکات، صدقات، مضاربہ، مشارکہ، اجارہ، قرض حسنہ، وراثت کے نظام کو بہتر کر دیا جائے۔ سود اور تمام سودی نظام کو ختم کر دیا جائے۔ ضروریات زندگی پر ٹیکس ختم کر کے لکٹری (تعمیلات) اشیاء پر ٹیکس لگایا جائے اور امیر لوگوں پر ٹیکسز لگا کر غریبوں کو ریلیف دیا جائے۔ معیشت کو بہتر کرنے کے لیے لوگ نرم اور عوام دوست پالیسیاں بنائی جائیں۔

حرام کمائی کی معاشرہ میں تباہ کاریاں: ۱۔ لالچ ۲۔ خود غرضی ۳۔ لڑائی جھگڑا ۴۔ قتل و غارت ۵۔ بے سکونی ۶۔ بے برکتی

7۔ اسلام کا سیاسی نظام (Islamic Politicle Theories)

اسلام عالمگیر امت کے قیام کا خواہاں ہے، جس میں تمام لوگوں میں مساوات ہو اور ایک ہی قانون کے تحت سب کے معاملات نمٹائے جائیں۔ اسلام میں مذہب اور سیاست لازم و ملزوم ہیں۔ حکومت ایک امانت ہے جو عوام کی خدمت کا ذریعہ ہے اور سرکاری حکام عوام کے خادم ہیں۔ ظہور اسلام کے وقت نسل، زبان، وطن اور دوسری چیزوں کی بنیاد پر اختلاف اور تعصب موجود تھا، اسلام نے آکر ان امتیازات کو ختم کیا۔ قرآن مجید نے بھی زبان، رنگ، نسل یا دوسرے عوامل کی بنا پر ہر قسم کی فضیلت کو مسترد کر دیا ہے اور فضیلت کا واحد معیار خدا خونی اور پرہیزگاری کو بنایا ہے۔ اسلام تمام افراد کو وحدت کی لڑی میں پرو کر عالمگیر سطح پر امت مسلمہ کی تشکیل کرتا ہے۔ اگرچہ تمام انسانی نسلوں کی ایک ہی مشترکہ ابتداء ہے مگر دو عوامل نے باہم رابطوں کو گھٹانے میں کلیدی کردار ادا کیا ہے، یہ دو عوامل موت اور دوری ہیں۔

مسلمانوں میں "قومیت" کی مشترک بنیاد اسلامی نظریہ ہے (قومیت کا انحصار فرد کی مرضی اور انتخاب پر ہے)۔ ماضی کا مشاہدہ بتاتا ہے کہ مسلمانوں نے نسل اور علاقائی حد بندیوں سے آزاد ہو کر ایک عالمگیر اخوت کا اصول اپنایا اور یہ جذبہ آج بھی ان کے درمیان ایک قوت کے طور پر موجزن ہے۔ بد قسمتی سے مسلمانوں میں آج عالمگیر خلافت کا کوئی تصور موجود نہیں ہے۔

عالمگیریت کے پہلو: ۱۔ ایک کلمہ ۲۔ ایک قبلہ ۳۔ مسلمانوں کی عالمگیر خلافت

۴۔ نبی ﷺ کی رسالت تمام انسانیت کے لیے:

آپ ﷺ کی ذات روحانی اور مادی (مذہبی اور سیاسی) سمیت تمام اختیارات کا منبع تھی۔ پہلی مسلم ریاست جس کے آپ ﷺ بانی بھی تھے، تمام دینی و دنیاوی امور آپ ﷺ نمٹاتے تھے (جیسے نماز کی امامت، خطبہ جمعہ، سپہ سالار، چیف جسٹس)۔ رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے کے لیے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی جاتی تھی۔ نبی مکرم ﷺ کو اپنی قوم کی قیادت کا اختیار بغیر ہونے کے ناطے سے حاصل تھا۔ آپ ﷺ نے جو قوانین وضع کیے وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی روشنی میں وضع کیے۔ رسول اللہ ﷺ منظم زندگی پر زور دیتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "جو کوئی اس حالت میں مر گیا کہ اس کو علم ہی نہیں کہ اس کا امام (خلیفہ) کون ہے تو وہ حالت کفر میں مرا"

خلافت:

قرآن مجید میں بادشاہوں کا تذکرہ موجود ہے لیکن اس کے سوا کسی طرز حکومت (مثلاً جمہوریت یا آمریت) کا ذکر نہیں کیا۔ نبی ﷺ نے اپنی جانشینی کے لیے واضح وصیت نہیں چھوڑی تھی اس لیے آپ ﷺ کے وصال کے بعد جانشینی کے معاملے پر اختلاف پیدا ہوا۔ حضرت ابو بکرؓ کا نبی ﷺ سے دینی رشتہ، آپ کے فضائل کو دیکھتے ہوئے اور آپ ﷺ کا اپنی علالت کے دوران ابو بکرؓ کو نماز پڑھانے کا حکم دینا، اس حکم کا سیاست (خلافت اور جانشینی) پر اطلاق

کرتے ہوئے آپ کو خلیفہ منتخب کر لیا گیا اور آپ کے ہاتھ پر صحابہ نے بیعت کی۔ اس طرح حکمرانی کے انتخاب میں تو جمہوری طرز (لوگوں کی رائے) کو ہی اپنایا گیا مگر اس کا دورانیہ ملوکیت سے مشابہ تھا۔ بعد کے تینوں خلفاء الگ الگ طریقے سے خلیفہ منتخب ہوئے۔

حضرت عمرؓ کے خلیفہ بننے کی وصیت حضرت ابو بکر صدیقؓ کے گئے تھے، جس بنا پر آپ خلیفہ کے منصب پر فائز ہوئے۔

حضرت عمرؓ نے شہادت کے وقت عشرہ مبشرہ میں سے موجود اپنے بہنوئی حضرت سعید بن زید کے علاوہ 6 افراد کی کمیٹی بنائی¹⁹، اس چھ رکنی کمیٹی نے مشاورت کے بعد حضرت عثمانؓ کو خلیفہ منتخب کیا۔

شہادت عثمانؓ کے بعد امت کے حالات میں شدید انتشار پیدا ہو گیا، لوگوں نے حضرت علیؓ کو خلیفہ بننے کے لیے کہا مگر وہ آمادہ نہ ہوئے تاہم کبار صحابہ کے اصرار پر آپ راضی ہو گئے اور چوتھے خلیفہ کے طور پر آپ کا انتخاب ہوا۔ چاروں کی مدت خلافت تقریباً تیس سال بنتی ہے، یوں رسول اکرم ﷺ کی پیش گوئی پوری ہوئی جو آپ نے فرمایا تھا: "میرے بعد خلافت تیس سال قائم رہے گی"۔

آپ ﷺ کے وصال کے بعد آپ کے مذہبی اور سیاسی اختیارات ورثے میں سیاسی جانشینوں (خلفاء راشدین) کو منتقل ہو گئے۔ خلیفہ وقت نماز کی امامت کرواتے، خطبہ دیتے اور سربراہ ریاست (حکومت) کے فرائض بھی ادا کرتے۔ خلیفہ کے انتخاب کے وقت بھی بیعت کا طریقہ کار ہی اپنایا جاتا تھا، ایسے افراد جنہیں آبادی کا سب سے زیادہ حق نمائندگی حاصل ہوتا ہے، بیعت کرتے ہیں۔ اس بیعت میں یہ اصول مسلمہ تھا کہ نامزد کرنے والے نمائندے ہی حکمران کو معزول کرنے کا اختیار بھی رکھتے تھے۔ نبی کے جانشین (خلفاء) خدا کی احکامات کی پابندی کرتے تھے اور نبی ﷺ کے بنائے ہوئے قوانین کو منسوخ نہیں کر سکتے تھے البتہ جن معاملات پر نبی ﷺ کی تعلیمات خاموش تھیں وہاں نئے قوانین بنا سکتے تھے۔ خلیفہ قانون سازی میں مطلق العنان نہیں تھے اور نہ قانون سے بالادست تھے۔

خلافت کے بارے نبی ﷺ سے ایک اور فرمان منسوب کیا جاتا ہے: "کہ خلافت کا حق صرف قریش کا ہے"، تاہم اس کا حوالہ دستیاب نہیں اور نہ نبی ﷺ کے کسی عمل سے اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ ریاست مدینہ بننے کے بعد رسول رحمت ﷺ تقریباً 25 بار اپنا قائم مقام مقرر کر کے دارالحکومت سے باہر گئے اور مختلف اوقات میں مختلف افراد کو ذمہ داری سپرد کی۔

خلفائے راشدین کے بعد اقتدار بنو امیہ اور پھر بنو عباس کے پاس آ گیا، عباسیوں کو سپین میں (دہاں اموی حکومت کے سبب) خراج وصول نہ ہو سکا (گویا سپین میں عباسیوں کی حکومت نہ چل سکی)۔ گویا تقریباً دو صدیوں بعد مسلم دنیا میں بغداد، قرطبہ (سپین) اور مصر میں (فاطمی حکمران) الگ الگ خلافتیں قائم ہو گئیں۔

ترک مسلمانوں نے خلیفہ کے ساتھ "امیر الامراء" کا منصب قائم کیا جو بعد میں "سلطان" بن گئے۔ مصر کی فاطمی خلافت کا خاتمہ کر کے ترک (کرد) حکمران بن گئے، جنہوں نے خلافت بغداد کی سرپرستی تسلیم کر لی لیکن جب تاتاریوں نے اس ملک کو تاراج کیا تو خلافت ایک دفعہ پھر مصر میں منتقل ہو گئی۔ جب عثمانی ترکوں نے مصر فتح کیا تو وہاں نئی عباسی خلافت کا خاتمہ کر دیا۔ کچھ عرصہ بعد ہسپانیہ (سپین) کی خلافت نے عیسائی فاتحین کے آگے ہتھیار ڈال دیے اور یوں سپین میں کم و بیش 8 سو سالہ مسلم اقتدار کا خاتمہ ہو گیا، یہاں سے نکلنے والوں نے مراکش میں خلافت قائم کر لی۔

قسطنطنیہ (استنبول) میں قائم عثمانی ترکوں اور ہندوستان میں مغل حکومت نے بھی خلافت کا دعویٰ کیا، مگر ان کی خلافت ان کی سلطنت کی حدود کے اندر ہی تسلیم کی گئیں۔ ان دو خلافتوں سے قبل خلیفہ کے لیے قریشی ہونا ضروری تھا۔ مغلوں کو انگریزوں نے اقتدار سے باہر کر دیا اور ترک خلیفہ کو خود اس کی عوام

¹⁹ - کمیٹی میں عثمان، علی، طلحہ، زبیر، سعید بن ابی وقاص اور عبدالرحمن بن عوف شامل تھے۔

نے تخت سے معزول کر دیا۔ آخری ترک خلیفہ عبدالحمید دوم جو نبی ﷺ کے بعد 100 ویں خلیفہ تھے، جلاوطنی کے دوران پیرس میں انتقال کر گئے، اسی دوران مراکش میں قائم خلافت فرانس کی تحویل میں آگئی۔

اسلامی نظام حکومت:

اسلام حکومت کے بیرونی نظام کو اہمیت نہیں دیتا، کوئی بھی نظام جس میں بنی نوع انسان کی دین و دنیا کی بھلائی مد نظر رہے اور اللہ کے قانون کو لاگو کیا جائے، ایسے نظام کی اسلام اجازت دیتا ہے۔ اسلامی نظام حکومت میں بنیادی ادارے یہ ہیں:

۱- مقننہ ۲- عدلیہ ۳- انتظامیہ ۴- تہذیبی ذمہ داریاں (یہ کوشش رہے کہ پوری دنیا میں اللہ کا قانون نافذ ہو جائے)

اسلامی سیاسی نظام کی خصوصیات:

- 1- اللہ تعالیٰ کی حاکمیت: (یعنی حاکم اعلیٰ اللہ تعالیٰ ہے)
- 2- دین کے احکامات کے مطابق قانون سازی:
- 3- حکمران عوام کے خادم:
- 4- شوریٰ کا نظام: و مشاور ہم فی الامر / و امر ہم شوریٰ۔ منہم مشاورت میں قبائل اور علاقوں کو مناسب نمائندگی دی جائے، حضرت موسیٰ اپنی قوم میں سے 70 افراد کو منتخب کر کے کوہ طور پر لے گئے تھے۔ بنی اسرائیل کے 12 قبائل کے لیے صحرائے سینا میں 12 پانی کے چشمے مخصوص کرنے سے بھی مناسب نمائندگی کا اشارہ ملتا ہے۔
- 5- اجتماعی عدل²⁰: ان اللہ یا مر بالعدل والاحسان اعدلوا هو اقرب للفقوی وامرت لاعدل بینکم فاطمہ مخزومی کا واقعہ
- 6- احتساب:
- 7- مساوات:
- 8- قانون کی حکمرانی: اسلامی قوانین کے مطابق سربراہ حکومت یا ریاست کو کسی قسم کا استثناء حاصل نہیں۔

8۔ اسلام کا معاشرتی نظام (Social System of Islam)

معاشرہ چند افراد کے اکٹھے رہنے سے وجود میں آتا ہے، گویا خاندانی زندگی یا عائلی زندگی ہی معاشرتی زندگی ہے، جس کا آغاز نکاح سے ہوتا ہے۔ اسلام کے معاشرتی نظام کا سنگ بنیاد یہ نظریہ ہے کہ دنیا کے سب انسان ایک نسل سے ہیں۔ خدا نے سب سے پہلے ایک انسانی جوڑا پیدا کیا تھا۔ پھر اسی جوڑے سے وہ سارے لوگ پیدا ہوئے جو دنیا میں آباد ہیں۔

کسی انسان کے مسلمان ہونے کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں: 1- رضاکارانہ (اختیاری) 2- غیر ارادی (پیدائشی طور پر)

1- رضاکارانہ (اختیاری):

پہلے غسل کرے پھر زبان سے کلمہ پڑھ کے اقرار کرنا اور دل سے تصدیق کرنا ضروری ہے۔ اسلام قبول کرنے والے کا نام اگر مشرکانہ ہوتا تو نبی ﷺ اس کا نام تبدیل کر دیتے تھے۔ کلمہ طیبہ: لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ (اللہ کے علاوہ کوئی الہ (معبود) نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں)

کلمہ شہادت: اشہدان لا الہ الا اللہ وحده لا شریک له واشہدان محمد عبده ورسوله

(میں اقرار کرتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں)

2- غیر ارادی (پیدائشی):

بچوں کے حقوق:

²⁰۔ عدل اور احسان میں فرق: کسی کو اس کا پورا حق دینا "عدل"، کسی کو اس کے حق سے زیادہ دینا "احسان" کہلاتا ہے۔

۱۔ کان میں اذان: مسلمان گھرانے میں بچے کی پیدائش پر دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں تکبیر (اقامہ) کہی جاتی ہے۔

۲۔ قنک: اس بچے کے منہ میں چھائی ہوئی نرم کھجور، شہد یا مٹھی چڑوا لی جاتی ہے جسے "قنک" کہا جاتا ہے۔

۳۔ عقیقہ اور ختنے: پیدائش کے ساتویں دن ختنے²¹ اور عقیقہ²² کیا جاتا ہے۔

۴۔ اچھانا م رکھنا: ۵۔ اچھی پرورش

۶۔ تعلیم و تربیت: عموماً بچے کی تعلیم 4 سال کی عمر میں شروع کرائی جاتی ہے۔ جب بچے سات سال کی عمر کے ہو جائیں تو ان کو نماز کی سختی سے پابندی کرائی جائے اور بلوغت سے پہلے رمضان کے روزے رکھنے کی ترغیب دلائی جائے۔

مسلمان کے لیے لازم ہے کہ کام شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ، کام ختم کرنے کے بعد الحمد للہ اور کسی کام کا ارادہ یا وعدہ کرنے پر انشاء اللہ کہے۔ آپس میں ملاقات کے وقت سلام یا السلام علیکم کہیں اور دوسرا جواب میں وعلیکم السلام کہے۔

نبی ﷺ روزمرہ کام کی ابتدا دائیں طرف سے کرتے۔ مسجد، گھر اور اچھی جگہ میں داخل ہوتے وقت دایاں پاؤں پہلے اندر رکھتے، جو تاتارتے اور واش روم جاتے وقت بائیں پاؤں سے ابتدا کرتے۔

کھانا کھانے کے آداب: ۱۔ ہاتھ دھونا ۲۔ بسم اللہ پڑھنا ۳۔ دائیں ہاتھ سے کھانا ۴۔ پیٹھ کر کھانا ۵۔ اپنے آگے سے کھانا

خنزیر، حرام جانور کی چربی، مرہو جانور اور جس پر اللہ کے علاوہ کسی اور کا نام لیا گیا ہو اور خمر یہ سب حرام ہیں۔ خمر کا لغوی معنی تو انگوروں سے بنی ہوئی شراب ہے تاہم نبی ﷺ کے دور میں اس سے مراد ہر نشہ آور چیز تھی۔ سونے اور چاندی کے برتنوں کا استعمال بھی منع ہے۔

لباس و آرائش:

۱۔ سونا، ریشم اور سرخ رنگ کے کپڑے مردوں کے لیے پہننا جائز نہیں تاہم بعض مخصوص صورتوں میں ان کی اجازت ہے۔ فوجی یونیفارم کے طور پر ریشم پہننا اور دانت پر سونے کا خول چڑھوانے کی اجازت ہے۔ حضرت عثمانؓ نے اپنے دانت پر سونے کا خول چڑھایا تھا اور جنگ میں ناک کٹ جانے پر عرفیہ بن اسعد صحابی کو نبی ﷺ نے ناک پر سونے کا خول پہن لینے کی اجازت دی تھی کیونکہ چاندی کا خول گل (خراب ہو) گیا تھا۔

۲۔ نبی ﷺ کی داڑھی تھی اور مسلمانوں کو بھی حکم دیا گیا ہے کہ داڑھی رکھیں۔

۳۔ خواتین کو پردہ کرنے اور لباس میں ستر کا خیال رکھنے کا حکم دیا گیا ہے، مردوں اور بازاری عورتوں کی مشابہت سے روکا گیا ہے۔

اسلامی معاشرتی نظام کی خصوصیات:

توحید:	اخوت (بھائی چارہ):	مساوات:	عدل و انصاف:
قانون کی حکمرانی:	احتساب سب کا:	غیر مسلموں کے حقوق کی پاسداری:	شرم و حیا:

²¹۔ بکلی بارہال مونڈنے پر پاؤں کے برابر چاندی صدقہ کرنی ہوتی ہے۔

²²۔ والدین اگر وہ سالک رکھتے ہوں تو ساتویں دن لڑکے کی طرف سے 12 اور لڑکی کی طرف سے ایک بکر ذبح کر کے غریبوں میں تقسیم کرتے۔